جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں

ھٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَھُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ

الحمد للہ والمنہ کہ بعد کشاکش یک عالم رنج و غم و تراکم مصائب پیہم کہ بوجہ انتقال دو فرزندان نوجوان کہ یکی بسن ہیجدہ و دوم بسن بست و یک سالگی داغ مفارقتِ خویش بر قلب مجروح مترجم گزاشتند

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معشر الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی

ضمیمہ جات مقبول ترجمہ و حواشی

مرتبہ و مولفہ و مترجمہ

عالی جناب فضائل مآب مہبط فیوض ربانی دقیقہ شناس رموز قرآنی نکتہ سنج حقائق فرقانی متکلم مناظر لاثانی حضرت مولانا مولوی حکیم سید حاجی مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی مدظلہم العالی و دام فیوضہم

حیدری کتب خانہ مرزا علی اسٹریٹ امام باڑہ روڈ بمبئی ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارۂ اول

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳

تفسیر برہان میں بحوالہ تفسیر عیاشی بروایت محمد ابن قیس منقول ہے کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حیی اور ابو یاسر اخطب کے بیٹے مع بخران کے یہودیوں کے ایک گروہ کے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور یہ عرض کی کہ جو کچھ آپ پر نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے اُس میں الٓمٓ بھی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ہے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ آیا جبرئیل خدا کے پاس سے آپ کے پاس یہ حروف لائے ہیں؟ فرمایا ہاں! لائے ہیں!! اُنھوں نے عرض کی آپ سے پہلے بہت سے نبی مبعوث ہو چکے مگر ہم سوائے آپکے ایسے ایک نبی کو بھی نہیں جانتے جس نے اپنی شریعت کے تسلط کا زمانہ اور اپنی اُمت کے قیام کی مدت بتلادی ہو۔ یہ کہکر حیی ابن اخطب اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا دیکھو الف کا عدد ایک ہے لام کے تیس اور میم کے چالیس۔ کُل اکھتر ۷۱ برس ہوئے۔ اُن لوگوں سے تعجب ہے جو اپنے دین کو چھوڑیں اور ایسی اُمت میں داخل ہوں جس کو کُل اکھتر ۷۱ برس رہنا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے محمدؐ۔ آیا کوئی اور حرف بھی اس کے ساتھ نازل ہوا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور نازل ہوا ہے۔ عرض کی تو بیان کیجئے؟ آپ نے فرمایا کہ الٓمٓصٓ اُس نے کہا کہ ہاں یہ تو زیادہ طویل اور زیادہ گراں ہے۔ الف ایک ۱۔ لام تیس ۳۰۔ میم چالیس ۴۰ اور صاد نوّے ۹۰۔ یہ تو ۱۶۱ ہوگئے۔ پھر اُس نے جناب رسول خدا سے عرض کی کہ کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا ضرور ہے۔ اُس نے عرض کی تو اُسے بھی بیان کیجئے۔ فرمایا الٓمٓرٓا اُس نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ گراں اور طویل ہوگیا۔ الف ایک۔ لام تیس ۳۰۔ میم چالیس ۴۰۔ رے دو سو ۲۰۰ یہ حساب لگانے کے بعد اُس نے

کہا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے ؟ فرمایا ہے۔ اس پر اُس نے عرض کی کہ آپ کا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہو گیا۔ ہم نہیں جانتے آپ کو کیا کیا کچھ دیا گیا ہے۔ پھر حضرتؐ کے پاس سے اُٹھ کر باہر آیا تو اُس وقت ابو یاسر نے حیی بن اخطب سے کہا کہ تم کو کیا خبر ہے۔ شاید محمدؐ کے لئے اِن سب کا مجموعہ مدت مقرر ہوئی ہو یا اُس سے بھی زیادہ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ واقعہ بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ یہی وہ آیتیں ہیں جن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (جس کی کچھ آیتیں تو صاف صاف ہیں اور وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ گول گول ہیں) پھر فرمایا کہ حیی اور ابو یاسر اور اُن کے اصحاب نے جو تاویل سوچی تھی ان کی تاویل اس کے علاوہ ہے۔ اور اور بھی بہت سی وجہیں نکلتی ہیں۔ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ قوم قریش اور یہود نے قرآن مجید کو جھٹلایا۔ اور کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اس کو انہوں نے خود بنا لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ یعنے اے محمدؐ کہدو یہ کتاب جو میں نے تم پر نازل کی وہ حروف مقطعات میں ہے انا ابجد الٓمّٓ بھی ہے اور وہ تمہارے لغت میں اور تمہارے ہی حروف ہجا میں ہے۔ پس اگر تم سچے ہو تو تم بھی ایسی ہی بنا لاؤ اور اس بنانے کے بارے میں اپنے سارے گواہوں سے بھی مدد لو۔ پھر یہ بھی بیان فرما دیا کہ وہ اس پر قادر نہ ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۲) پھر خدائے تعالیٰ نے فرمایا الٓمّٓ یہی وہ قرآن ہے جس کا آغاز الٓمّٓ سے ہوا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہی وہ کتاب ہے جس کی بابت میں نے خود موسےٰ علیہ السلام کو اور ان کے بعد اور انبیاء کو خبر دی اور انہوں نے بنی اسرائیل کو خبر پہونچائی کہ اے محمدؐ عنقریب میں تم پر عربی زبان میں ایک ایسی زبردست کتاب نازل کرونگا کہ نہ گذشتہ کے متعلق اُس کی خبریں غلط ہونگی اور نہ آئندہ کے متعلق۔ وہ حکمت والے لائق تعریف خدا کی طرف سے اُتاری ہوئی ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ کا یہ مطلب ہے کہ اُس میں اُن کو شک و شبہ کا موقع نہیں ہے اِس لئے کہ یہ بات اُن پر ظاہر ہو چکی ہے جس طرح کہ اُن کے انبیاء اُن کو برابر خبر دیتے رہے تھے کہ محمدؐ پر ایک کتاب نازل ہوگی جس کو باطل مٹا نہ سکے گا اور وہ خود اور اُن کی اُمت اُس کتاب کو ہمیشہ ہر حال میں تلاوت کرتے رہیں گے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ضلالت کا حال اُن لوگوں کے لئے کھولکر بیان کرنے والی ہوگی جو ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچتے رہتے ہیں۔ اور اس سے بھی پرہیز کرتے ہیں کہ اپنے نفس پر سفاہت کو اور حماقت کو غالب ہو جانے دیں یہانتک کہ جب وہ ان چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں جن کا علم ان پر لازم ہو تو عمل ایسا کرنے لگتے ہیں جس سے اُن کے پروردگار کی رضامندی اُن کے لئے واجب و لازم ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ الف حروف ہجا میں سے ایک حرف ہے جو تمہارے اللہ کہنے پر دلالت کرتا ہے اور لام سے لفظ ملک العظیم سمجھ میں آتا ہے

یعنے وہ ایسا بڑا بادشاہ ہے کہ اپنی ساری مخلوق پر غالب ہے۔ اور میم سے مجید و محمود کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے تمام افعال میں تعریف کے قابل ہے اور اس نے اپنے اِس قول الٓمٓ سے یہودیوں پر حجت تمام فرمائی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب خدائے تعالےٰ نے موسےٰ ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور پھر ان کے بعد بنی اسرائیل میں سے اور انبیاء بھیجے تو ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے اپنی اپنی اُمت اور اپنی اپنی قوم سے اِس بات پر عہد و پیمان نہ لئے ہوں کہ وہ محمدؐ عربی و اُمی پر ضرور بالضرور ایمان لائیں جو مکہ میں مبعوث ہونگے پھر ہجرت کرکے مدینے چلے جائیں گے۔ اور ایسی کتاب لیکر آئینگے جس کی بعض بعض سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوگا اُن کی اُمت اُس کتاب کو حفظ کر لیگی۔ اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اُس کتاب کو پڑھا کریگی۔ اور خدا تعالےٰ اُس کا حفظ کرنا اُن کے لئے آسان کر دیگا اور وہ جناب حضرت محمد مصطفےٰ کے ساتھ ساتھ اُن کے بھائی اور اُن کے وصی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو بھی مانتے ہونگے کہ تمام علوم کو انہی سے حاصل کریں گے اور ہر امر میں اُنہی کی پیروی کرینگے اور جو شخص محمدؐ مصطفےٰ کا مخالف بنیگا اپنی سیف قاطع سے اُس کو ذلیل کریں گے اور جو شخص آنحضرتؐ سے مجادلہ و مخاصمہ پیش آئیگا اسکو اپنی زبردست دلیلوں سے خاموش کردینگے۔ تنزیل کتاب خدا پر بندگانِ خدا سے یہاں تک لڑینگے کہ چار و ناچار لوگ اس کو مان لیں۔ پھر جب جناب محمدؐ مصطفےٰ رضوانِ خدا کی طرف انتقال فرمائینگے اور بہت سے وہ لوگ جو ظاہرا ایمان لائے ہونگے مرتد ہوجائینگے۔ وہ اس کتاب کی تاویلوں میں تحریف کرینگے اور اس کے معنی اور مطالب کو بدل ڈالینگے اور جو صورتیں اُس سے پیدا ہوتی ہونگی اُس کے خلاف لوگوں کو سمجھائیں گے تو جناب علی مرتضےٰ اس کتاب کی تاویل پر اُن لوگوں سے جہاد فرمائینگے یہاں تک کہ ابلیسِ ملعون جو اُن لوگوں کا بھکانے والا اور اُن کا رسوا کرنے والا ہے وہ خود ذلیل و مطرود و مغلوب ہوجائیگا۔ پھر فرمایا کہ جس وقت خدا تعالےٰ نے محمدؐ مصطفےٰ کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں آنحضرتؐ کو ظاہر کیا پھر وہاں سے اُن کو مدینۂ منورہ بھیجدیا۔ اور وہاں اُن کو غلبہ عطا فرمایا اور اپنی کتاب اُن پر نازل فرمائی اور اس کی سب سے بڑی سورت کے شروع میں آیت الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ قرار دی (یعنی یہ وہی کتاب ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ الٓمٓ یہ وہی کتاب ہے جس کی بابت میں نے اپنے انبیائے سابقین کو خبر دی ہے۔ پس اے محمدؐ میں عنقریب وہی کتاب تم پر نازل کرنیوالا ہوں کا رَیْبَ فِیْہِ کا یہ مطلب ہے کہ خبر انبیاء کی تصدیق ہوگئی یعنی محمدؐ مصطفےٰ پر ایک ایسی برکت والی کتاب نازل کی جائیگی جسے باطل مٹا نہ سکے گا اور آنحضرتؐ اور اُنکی ساری اُمت اُس کتاب کو ہر حالت میں تلاوت کرتے رہینگے پھر یہودی خلاف مقصودِ خدا اُس کی تاویل کرینگے اور اُس میں تحریف کریں گے اور کھینچ تان کر اُس میں وہ علم داخل کرنا چاہینگے جو خدا تعالےٰ نے اُن سے سلب کرلیا ہوگا۔ یعنی اِس اُمت کیلئے مُدتیں نامزد کریں گے اور یہ کہ اس کا تسلط کتنے دن رہیگا۔ چنانچہ ان کا ایک گروہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا آپ نے جنابِ علی مرتضےٰ کو اُن کا جواب دینے پر مامور فرمایا اُس وقت اُن کے کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر محمدؐ اپنے بیان میں سچے ہیں تو اُن کی اُمت کا تسلط ہم خوب سمجھ گئے کہ کل اکھتر برس رہیگا کیونکہ الف ۱۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ علی مرتضےٰ نے فرمایا پھر تم الف۔ ل۔ مٓ۔ ص کو کیا کروگے وہ بھی تو حضرتؐ پر نازل ہوا ہے۔ اُنھوں نے کہا ایک سَو اکسٹھ برس ۱۶۱

سہی۔ فرمایا کہ الف۔ ل۔ رٓ کو کیا کرو گے یہ بھی تو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی۔ انہوں نے کہا یہ تو سب میں زیادہ ہے۔ یہ تو دو سو اکتیس ہو گئے۔ جناب علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا کہ پھر الف۔ ل۔ مٓ۔ ر یہ بھی تو آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے۔ وہ بولے یہ تو دو سو اکھتر ۲۷۱ برس ہو گئے۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا آیا ان میں سے کوئی ایک اُمتؐ کے بارے میں ہے یا سب کے سب؟ اب یہاں اُن میں خود اختلاف پڑ گیا کوئی کہتا تھا کہ ایک ہے کوئی کہتا تھا کہ سب اور سب کا مجموعہ سات سو چونتیس ہوتے ہیں۔ پھر سلطنت اور تسلط دین یہود کا ہوگا جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ آیا خدا تعالےٰ کی کوئی کتاب اس بات کو بتاتی ہے یا تمہاری اپنی رائیں اور عقلیں ایسا بتلاتی ہیں؟ بعض تو اُن میں سے کہنے لگے کہ کتابِ خدا ایسا ہی کہتی ہے اور دوسروں نے کہا کہ نہیں ہماری رائیں ایسا بتلاتی ہیں پہلوں سے تو جنابِ امیرؑ نے فرمایا کہ ہمیں وہ خدا کی کتاب دکھلاؤ جس کے الفاظ تمہارے قول کے بموجب ہوں وہ تو اس کے پیش کرنے سے عاجز رہے دوسروں سے یہ فرمایا کہ یہ رائے کیونکر صحیح ہے اس کی دلیل پیش کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہماری رائے کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ حساب جُمّل کے مطابق ہے۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو حساب جُمّل اُس پر دلالت کیونکر کرتا ہے حالانکہ ان حروف میں کوئی ایسی خبر نہیں ہے جو تم خود بخود بیان کرتے ہو جب تک کہ تم واضح طور پر سمجھا نہ سکو بھلا خیال تو کرو اگر تم سے یہ کہا جائے کہ یہ حروف اُمتِ محمدؐ کا تسلط بیان نہیں کرتے بلکہ ان میں کا ہر حرف اس بات کو بتلاتا ہے کہ ہر ایک کے عدد کے موافق ہم میں اور تم میں سے ہر ایک کو اتنے اتنے درہم یا دینار ملیں گے۔ یا اس بات کو بتاتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ذمّہ اس عدد کے حساب کے موافق علیؑ بن ابیطالب کے اتنے دینار قرض ہیں یا تم میں سے ہر ایک پر اتنی ہی مرتبہ لعنت کی گئی ہے جتنے حروف کے عدد ہیں۔ وہ بولے کہ اے ابوالحسنؑ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اِس پر الٓمٓر۔ الٓمٓصٓ و الٓرٓ و الٓمٓرٓ امیں سے تو کوئی نص نہیں دلالت کرتی پس اگر ہمارا قول باطل ہے تو آپ کا قول بھی باطل ہوا۔ ان کا بولنے والا کہنے لگا کہ اے علیؑ اگر ہم اپنے دعوے پر حجت نہ لا سکے تو تم اس پر خوش نہ ہو اس لئے کہ آپ بھی تو اپنے دعوے پر کوئی حجت نہیں پیش کر سکے سوائے اس کے کہ آپ نے ہمارے عجز کو اپنے لئے حجت قرار دیا۔ بس اب نہ ہمارے لئے ہمارے قول کی دلیل ہے نہ تمہارے لئے تمہارے قول کی۔ یہ سُن کر جنابِ علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا کہ ہم تم برابر نہیں ہماری حجت تو کھلا معجزہ موجود ہے۔ پھر حضرت نے اُن یہودیوں کے اونٹوں کو آواز دی کہ اے یہودیوں کے اونٹو! تم محمدؐ مصطفےٰ اور اُن کے وصی کے بارے میں گواہی دو۔ پس وہ اونٹ بے تامّل بول اُٹھے کہ اے وصیِ محمد مصطفےٰ آپ سچے ہیں آپ سچے ہیں اور یہ یہودی سراسر جھوٹے۔ اس پر جنابِ امیرؑ نے فرمایا کہ یہودیوں سے تو یہ جانور اچھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے یہودیوں کے کپڑو! تم بھی محمدؐ مصطفےٰ اور انکے وصی کے بارے میں شہادت دو۔ پس کل کپڑے گویا ہوئے کہ یا علیؑ آپ سچے ہیں آپ سچے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ مصطفےٰ خدا کے برحق رسول ہیں اور اے علیؑ آپ انکے برحق وصی ہیں جو بزرگی ہمیشہ سے جناب محمدؐ مصطفےٰ کے لئے ثابت ہے۔ آپ

بھی ویسی ہی بزرگی حاصل کرنے کیلئے اُنہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ پس نورِ خدا کی چمک سے آپ دونوں بھائی پیدا ہوئے۔ خدا تعالےٰ نے اپنی مصلحت سے (ظاہر میں) آپ دونو کو علیحدہ علیحدہ قرار دیا۔ حالانکہ فضائل میں آپ دونوں شریک ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ محمدؐ مصطفےٰؐ کے بعد نبی کوئی نہ ہوگا یہ شہادت سُنکر یہودیوں کی زبان بند ہوگئی اور اس واقعہ کے سُننے اور دیکھنے والوں میں سے بعض آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور یہودیوں پر اور باقی دیکھنے والوں پر شقاوت و بدبختی غالب آگئی **قولِ مترجم**۔ الٓمٓ ظاہر بظاہر حروف تہجی میں سے تین حرف ہیں اور حروف تہجی کی کل تعداد اٹھائیس ہے۔ اُن میں سے جتنے حروف قرآن مجید میں اس شان سے وارد ہوئے ہیں کہ گو لکھنے میں ملے ہوئے لکھے جائیں مگر پڑھنے میں ایک ایک حرف جدا جدا کرکے پڑھا جاتا ہے پہلے تو ہم اُن سب کی ایک فہرست لکھتے ہیں جس سے اُن کی تعداد معلوم ہو جائے بعد میں انشاء اللہ کچھ اور دلچسپ باتیں بھی تحریر کریں گے۔ وہ فہرست یہ ہے۔

الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓرا۔ الٓرا۔ الٓرا۔ الٓمٓرا۔ الٓرا۔ الٓرا کٓھٰیٰعٓصٓ۔ طٰہٰ
طٰسٓمٓ۔ طٰسٓ۔ طٰسٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ یٰسٓ۔ صٓ۔ حٰمٓ
حٰمٓ۔ حٰمٓعٓسٓقٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ قٓ۔ نٓ۔

بنا بر مشہور موجودہ ترتیب میں ایک سَو چودہ سورتیں موجود ہیں حالانکہ بنا بر تقسیم اجزائے قرآن یہ بات صاف نہیں ہے کیونکہ پہلا پارہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہ الٓمٓ یعنے آغاز سورۂ بقرہ ہے اور تیسواں یا آخری پارہ جس سورہ پر ختم ہوتا ہے وہ سورۃ النّاس ہے۔ الحمد بہر صورت علیحدہ رہی اور وہ فی الحقیقت ہے بھی الگ رہنے کے لائق اِس لئے کہ اس کی عظمت تمام قرآن مجید سے بدرجہا زیادہ ہے اور چونکہ اُس کا نام سُورۂ فاتحہ ہے اس لئے اس کا ذکر دیباچہ میں انشاء اللہ علیحدہ آئیگا۔ اب رہیں باقی ایک سَو تیرہ سورتیں۔ اِن میں اٹھائیس ایسی ہیں جو حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ ان حروف مقطعات کی کل تعداد چَوہتر حروف ہیں۔ جب ان کے حروف کی تلخیص کی جائے۔ یعنی جتنے حروف مکرر تحریر ہیں وہ سب گرائے جائیں۔ تو مندرجۂ ذیل چودہ حروف باقی رہتے ہیں۔ ا۔ ل۔ م۔ ر۔ ک۔ ہ۔ ی۔ ع۔ ص۔ ط۔ س۔ ح۔ ق۔ ن۔ ان حروف کو اگر ترتیب دیا جائے تو ستاسی ارب سترہ کروڑ بیاسی لاکھ اکیانوے ہزار دو سو طرح سے ہو سکتی ہے مگر ایسی با معنی عبارت جس سے نکتہ لطیف پیدا ہو اور حق کا نور ہویدا ہو یہی ہے۔ صِرَاطُ عَلِیٍّ حَقٌّ نُمْسِکُہٗ (علیؑ کا راستہ برحق ہے جس کی ہم پیروی کرتے ہیں) یہ بات تمام دنیا میں مسلمات سے ہے کہ کسی سلطنت کے بادشاہ اور اُس کے ارکین دولت کے مابین ایک خط رموز میں ہوتا ہے جس کے اشارات اور کنایات غیر لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ یہ کلام چونکہ معجزہ ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے خود اپنے اور اپنے رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے مابین معمولی حروف کو رمز قرار دے دیا اور اُس رمز کو سوائے انکے کما حقہ کوئی نہیں سمجھا ہاں جو اُن سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ کم از کم اتنا تو سمجھے یہ حروف کتنی مرتبہ ترتیب دیے جا سکتے ہیں اور با معنی

عبارتیں کیا کیا پیدا ہوتی ہیں جو اُنکے ایمان اور اطمینان کے لئے کافی ہے۔ نیز ان حروف کے چودہ ہونے نے بھی یہ اشارہ کیا کہ اُن رموز کے لئے چودہ ہی منتخب کئے گئے ہیں۔ ان چودہ حروف میں بھی تین نقطہ دار ہیں اور گیارہ بے نقطہ جس سے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ چودہ میں بھی تین کی عزت خاص ہے۔ از آنجملہ نون سے صاف صاف نبیؐ مراد ہیں تو قاف سے علیؑ۔ کوتاہ بین کے نزدیک بے ادبی معلوم ہوتی ہے کہ نون کے عدد پچاس اور قاف کے سَو یعنے ظاہر بظاہر دوچند کا فرق۔ مگر جب علی مرتضےٰ علیہ السلام کو دوش رسولؐ پر کعبۃ اللہ میں دوبالا دیکھے گا تو پچاس کا دوچند سَو ہو جائیگا۔ نیز اعداد احاد میں نو کا عدد کامل اور اشرف سمجھا گیا ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ جس طرح شریف آدمی خواہ کسی درجہ پر پہونچ جائے اپنی شرافت کو نہیں چھوڑتا یہی حالت نو کے عدد کی ہے مثلاً اُس کا دوچند لیا جائے اٹھارہ ہوگا۔ اب اس کے ظاہری عدد کا مجموعہ وہی آٹھ اور ایک نو۔ سہ چند لیا جائے ستائیس ہوا ظاہری عدد کا مجموعہ سات اور دو نو۔ چہار چند لیا جائے تو چھتیس ہوا جس کا مجموعہ چھ و تین نو۔ پانچ گنا لیا جائے پینتالیس ہوا مجموعہ پانچ اور چار کا نو۔ چھ گنا لیا جائے تو چون مجموعہ چار اور پانچ نو۔ سات گنا لیا جائے تو تریسٹھ ہوا مجموعہ ۳ اور ۶ کا ۹ ہوا۔ آٹھ گنا لیا جائے تو بہتر ہوا۔ اور مجموعہ ۲ اور ۷ کا نو ہوا۔ نو گنا لیا جائے تو ۸۱ مجموعہ ایک اور آٹھ کا نو ہوا۔ دس گنا لیا جائے تو ۹۰ ہوا مجموعہ صفر اور نو کا نو ہوا۔ گیارہ گنا لیا جائے تو ۹۹ جس کا مجموعہ ۹ اور ۹ اٹھارہ کا پھر لیا جائے تو آٹھ اور ایک کا نو۔ بارہ گنا لیا جائے تو ۱۰۸ جس کا مجموعہ ۹۔ تیرہ گنا لیا جائے تو ۱۱۷ جس کا مجموعہ ۹ ہوا۔ چودہ گنا لیا جائے تو ۱۲۶ جس کا مجموعہ ۹ ہوا۔ اب دوسرے ہندسہ کو مثالاً دیکھئے۔ مثلاً آٹھ کو لیجئے اس کا دگنا ہوا سولہ جس کا مجموعہ ۷ رہ گیا۔ اب سہ چند لیجئے تو وہ ہوا ۲۴ جس کا مجموعہ ۶ ہوا۔ چہار چند لیجئے تو ہوا ۳۲۔ اس کا مجموعہ ۵ ہی رہ گیا۔ پانچ گنا لیجئے تو ۴۰ ہوا جس کا مجموعہ ۴ رہ گیا۔ چھ گنا لیجئے تو ہوا ۴۸ جس کا مجموعہ رہا ۱۲ مگر اُس کا آیندہ مجموعہ ہوا تین اور سات گنا لیجئے ۵۶ جس کا مجموعہ گیارہ یعنی ایک اور ایک دو اور آٹھ گنا لیجئے تو ۶۴ جس کا مجموعہ ہوا ۱۰۔ صفر خالی باقی ایک ہی رہ گیا گویا اپنی مقدار تک بڑھ کر ایک ہی رہ گیا۔

عدد نو کے کمال اور شرافت کا اِس سے پتہ لگ گیا۔ اب قاف کے عدد ہیں ۱۰۰۔ یعنی ایک عدد اور دو منافی نقطے یاد رہے۔ اب اِس میں سے گیارہ مرتبہ ۹ برآمد ہو سکتا ہے اور پھر عدد ایک کا ایک رہتا ہے۔ اور چونکہ قاف سے اشارہ ہے علیؑ مرتضےٰ کی طرف جس سے معلوم ہوا کہ اُن کی نسل سے گیارہ کامل اور اشرف انسان پیدا ہونگے ق اور ي دونوں دو دو نقطے والے ہیں مگر فرق اتنا ہی ہے کہ ق کے نقطے فوقانی اور یاء کے تحتانی جس سے یہ اشارہ پایا گیا۔ کہ علیؑ اور فاطمہؑ ہم مرتبہ ہیں۔ صرف مرد و عورت کا فرق ہے اور نون کے ایک نقطہ ہونے نے یہ بتلایا کہ نبیؐ نہ فقط تمام مخلوقات میں بلکہ انبیاء میں بھی فرد و یکتا ہیں جن کا ثانی ہی نہیں اور ان چودہ حروف میں صرف پانچ نقطے ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چودہ میں سے پانچ کا اجتماع ایک وقت میں ہو جائیگا اور اُن تینوں نقطہ والے حرفوں کو بترتیب جمع کریں تو لفظ نقی پیدا ہوتا ہے جس سے یہ پتہ لگا۔

کہ چودہ میں سے یہ تین چیدہ ہیں اگر کسی کو اس نکتہ میں کلام ہو کہ نقطہ سے ذات معصوم مراد لی ہے تو وہ جناب امیر علیہ السلام کی اس حدیث کو دیکھے کہ وہ حضرت فرماتے ہیں اَنَا النُّقْطَةُ تَحْتَ الْبَآءِ (کہ بائے بسم اللہ کے نیچے کا نقطہ میں خود ہوں) جس کے متعلق شاعر نے خود حقیر کی فرمائش سے یہ شعر موزوں کیا ہے :-

علی ہیں نقطۂ زیبائے بائے بسم اللہ ✤ جسے کلام ہو اس میں وہ آئے بسم اللہ

چونکہ بعض روایتوں سے اس کا بھی پتہ لگتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کے ایک ایک نام کا بتانیوالا ہے اس سبب سے ان حروف کے اسرار لاتعداد و لاتحصیٰ ہو جاتے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک حرف الف کے متعلق یہاں کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ الف کے ملفوظی اعداد ایک سو گیارہ ہوتے ہیں یعنی ایک اکائی۔ ایک دہائی اور ایک سیکڑہ جس سے باقاعدہ تین حرف پیدا ہوئے۔ الف۔ یاء۔ قاف۔ اور جب اس کو گنا کیا تو دو سو بائیس ہوئے جس سے باء۔ کاف۔ راء پیدا ہوئے۔ اور سہ چند کیا تو تین سو تینتیس ۳۳۳ ہوئے۔ جس سے جیم۔ لام۔ شین پیدا ہوئے اور چوگنا کرنے سے چار سو چوالیس ۴۴۴ یعنی دال۔ میم۔ تاء۔ پانچ گنا کرنے سے پانچ سو پچپن ۵۵۵ ہوئے جس سے ہاء۔ نون۔ ثاء پیدا ہوئے۔ چھ گنا کرنے سے چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶ ہوتے ہیں۔ ان کو واؤ۔ سین۔ خا۔ سات گنا کرنے سے سات سو ستتر ہوئے جس سے زا۔ عین۔ ذال۔ آٹھ گنا کرنے سے آٹھ سو اٹھاسی ہوئے جس سے حاء۔ فاء۔ ضاد پیدا ہوئے۔ نو گنا کرنے سے نو سو ننانوے ۹۹۹ ہوئے جس سے طاء۔ صاد۔ ظاء پیدا ہوئے۔ اس طرح ستائیس حرف پیدا ہو گئے اب رہا اٹھائیسواں اس کے عدد ایک ہزار ہیں۔ ہزار کو عربی میں اَلف کہتے ہیں۔ الف و الف میں تجنیس خطی ہے تو وہ بھی گویا الف ہی سے پیدا ہوا اب تمام علوم ان اٹھائیس حروف ہی میں بند ہیں اور یہ ہم نے ثابت کر دیا کہ یہ سب ایک حرف الف سے نکلے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب علوم کا سرچشمہ صرف حرفِ الف ہے۔ تشبیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ذاتِ واحد فرد ہونے میں الف سے مشابہ ہے تو جس طرح الف مصدر جمیع علوم ثابت ہوا اسی طرح ذات واجب الوجود بھی مصدر جمیع موجودات ثابت ہے۔ ہاں تین دو باریک فرق اِتنا ضرور موجود ہے کہ یہاں الف مثل اور حرفوں کے خود بھی الف ہی سے پیدا ہوا ہے اور وہاں اُس کے حکم و قدرت سے تو سب کچھ پیدا ہوا لیکن وہ خود کسی سے پیدا نہیں ہوا اور نہ پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے کوئی اُس کے مثل و مانند ہو سکتی ہے تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ الٓمّٓ کی تفسیر ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے اور تفسیر وہ ہے جو فرمودۂ رسولؐ سے ثابت ہو۔ اس لئے کہ مہبط وحی بھی جناب رسولِ خدا ہیں۔ اور مفسر اور معلم تفسیر بھی آنحضرتؐ ہی ہیں۔ یعنی الٓمّٓ سے مراد آلِ محمدؐ ہیں۔ تو اب آیت کا منشا یہ ہوا کہ آلِ محمدؐ اور وہ کتاب جس میں کسی قسم کا شک نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہیں۔ اب فرمودۂ رسولؐ کو دیکھئے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:-

مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا

بَعْدِیْ وَ اِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ (اے گروہ انسان میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز ہرگز کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جُدا نہ ہونگی جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچیں) اس حدیث کو جو فریقین کے نزدیک مسلّم ہے سُننے کے بعد اگر آیۃ کے معنی آلِ محمدؐ نہیں ہیں تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ فقط کتاب متقین کی راہبر اور رہنما ہو سکتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۱۰

کافی میں جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آدم علیہ السلام نے یہ کلمات عرض کئے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ وَ تُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ **ترجمہ** "یا اللہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو منزہ ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے میں نے بُرا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو میری توبہ قبول کر اور میری خطا بخشدے حالانکہ تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے یا اللہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو منزہ ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے۔ میں نے بُرا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو مجھے بخشدے اور تو مجھ پر رحم کر بیشک تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے یا اللہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو منزہ ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے میں نے بُرا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو میری توبہ قبول فرما بیشک تو سب سے بڑا توبہ قبول کرنے والا اور سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے" اور دوسری روایت کے بموجب اُن کے ساتھ یہ الفاظ بھی تھے بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِيٍّ وَّ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اور ایک تیسری روایت کے بموجب الفاظ یہ تھے بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ تفسیر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام میں منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ ترکِ اولےٰ سرزد ہوا اور اُنہوں نے اپنے پروردگار سے معذرت چاہی اور یہ عرض کی يَا رَبِّ تُبْ عَلَيَّ وَ اقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَ اَعِدْنِيْ اِلٰى مَرْتَبَتِيْ وَ ارْفَعْ لَدَيْكَ دَرَجَتِيْ فَلَقَدْ تَبَيَّنَ نَقْصُ الْخَطِيْئَةِ وَ ذُلُّهَا بِاَعْضَائِيْ وَ سَائِرِ بَدَنِيْ ترجمہ اے میرے پروردگار میری توبہ قبول کر اور میرا عذر سُن اور میرے رتبے پر مجھے پھر پہنچادے اور میرا درجہ اپنے حضور میں بلند کر اس لئے کہ اس ترک اولےٰ کی خرابی اور اُسکی ذلت میرے تمام اعضاء اور میرے سارے بدن سے ظاہر ہو گئی ہے منجانب اللہ ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ کیا تم کو ہمارا یہ حکم یاد نہیں کہ جب تم پر مصیبتیں سختیاں اور بلائیں نازل ہوں تو تم ہم سے محمد اور اُن کی آلِ پاک کا واسطہ دیکر دعا مانگنا آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ خدایا بےشک مجھے خیال نہ رہا تھا پھر خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ "محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا خصوصیت سے واسطہ دیکر ہم سے دعا مانگو ہم تمہاری

درخواست کو قبول کرلینگے اور تمہاری خواہش سے زیادہ تم کو عطا کرینگے۔" آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگارا ان کا درجہ اسقدر بڑا ہے کہ اُن کے توسل سے تو میری توبہ بھی قبول کریگا اور میرا ترک اولےٰ بھی بخشدیگا۔ حالانکہ مجھے تو نے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ اپنے فرشتوں سے مجھے سجدہ کرایا اور اپنی جنّت مجھے رہنے کو عنایت فرمائی اور اپنی کنیز خاص حوا میرے نکاح میں دی اور اپنے معزز فرشتوں سے میری خدمت کرائی خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدم میں نے جو فرشتوں کو تعظیماً تمہارے سجدہ کا حکم دیا تو وہ انہی انوار کے باعث تھا جنکے تم مخزن قرار دئے گئے ہو اور اگر تم اس ترک اولےٰ سے پہلے انہی کا واسطہ دیکر ہم سے یہ سوال کرتے کہ ہم ترکِ اولیٰ سے بھی تمہیں بچالیں اور یہ کہ تمہارا دشمن ابلیس تمہارے برخلاف کوئی چال نہ چلنے پائے کہ تم اُس سے محفوظ رہو تو ہم ایسا ہی کرتے لیکن ہمارے علم سابق میں ایسا ہی گزر چکا تھا تو تمہیں وہ خیال ہی کیوں آتا۔ سو اب تم انہیں کا واسطہ دیکر ہم سے دعا کرو ہم قبول کرلینگے۔ اس پر آدم علیہ السلام نے وہ دعا مانگی جو صفحہ ۱۰ نوٹ نمبر ۱ میں درج ہو چکی ہے تفسیر برہان میں حسن ابن راشد سے منقول ہے کہ جب تم سوتے سے اُٹھو تو وہ کلمات کہہ لیا کرو جو حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے پروردگار کی طرف سے ملے تھے اور وہ یہ تھے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ سَبَقَتْ رَحْمَتُكَ غَضَبَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ترجمہ۔ فرشتوں کا اور رُوح کا مالک بڑا پاک و پاکیزہ ہے تیری رحمت تیرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے بیشک اپنی ذات پر ظلم کیا سو تو مجھے بخشدے اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا۔ بڑا رحم کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔"

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۰

عثمان نے کہا کہ ہاں آپ نے رسولؐ اللہ سے میرے بارے میں اور میری قوم (بنی امیہ) کے بارے میں کیا سُنا ہے؟ حضرت ابوذرؓ غفاری نے فرمایا کہ میں نے خود آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جب آلِ ابوالعاص کی تعداد تیس مرد تک پہنچ جائے گی مال خدا پر سبقت پھیر کریں گے اور کتاب خدا کو (معانی و مطالب بدلکر) پھانسنے کا جال بنائیں گے۔ اور بندگانِ خدا کو لونڈی غلام قرار دینگے۔ نیک لوگوں سے جنگ کرینگے اور بدکاروں کو اپنی ٹولی بتائیں گے۔" عثمان نے کہا کہ اے گروہ اصحاب محمدؐ آیا تم میں سے کسی نے جناب رسولِؐ خدا سے یہ حدیث سُنی ہے؟ (سب نے ایمان نگل کر عثمان کی خاطر سے صاف کہہ دیا کہ ہم نے تو جناب رسولِؐ خدا سے یہ نہیں سُنی اس پر عثمان بولے کہ ذرا علیؑ کو تو بُلالو۔ چنانچہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام اُس کے پاس آئے عثمان نے اُن سے کہا کہ یا ابوالحسن ذرا سنیئے تو سہی یہ جھوٹا بڈھا کیا بکتا ہے؟ جناب امیرالمؤمنین نے فرمایا کہ اے عثمان انکو جھوٹا نہ کہہ کہ میں نے خود جناب رسولِؐ خدا کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ آسمان نے کسی شخص پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے کسی ایسے کو اٹھایا نہیں ہے جو ابوذرؓ سے زیادہ سچ بولنے والا ہو۔" (تصریح معصومینؑ اس سے مستثنےٰ ہیں غیر معصوموں کا ذکر ہے) اصحاب رسولؐ اللہ نے (جو اُسوقت موجود تھے) اقرار کیا کہ علیؑ مرتضےٰ سچ فرماتے ہیں ہم نے بھی جناب رسولؐ

خدا سے یہ حدیث سُنی ہے اس پر حضرت ابوذرؓ رو پڑے اور فرمایا کہ واۓ ہو تم پر تم میں سے ہر ایک نے اپنی گردن اس مال کی طرف دراز کر لی تھی اور تم میری نسبت یہ گمان کرتے تھے کہ میں اور جناب رسولِ خدا کے برخلاف جھوٹ بولتا ہوں (گویا مقصد یہ تھا کہ یہ علیؑ مرتضٰے ہیں جن کے تشریف لانے نے تم جیسے دنیا طلب لوگوں کو میری تصدیق پر مجبور کیا) پھر اُن کی طرف نظر ڈالی اور دریافت کیا تم میں سب سے بہتر کون ہے؟ سب بولے کہ آپ تو اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ہی ہم سب سے بہتر ہیں فرمایا ہاں! میں نے اپنے حبیب جنابِ رسولؐ خدا کو جس وقت وداع کیا ہے تو میں یہی جُبّہ پہنے ہوئے تھا اور اب تک میں اُسی جُبّہ میں ہوں۔ (تصریح۔ مقصد یہ ہے کہ جس حال پر میں اُس وقت تھا اُسی حال پر ابتک ہوں یعنی جیسے لباس ظاہر کو نہیں بدلا ہے ویسے ہی باطن بھی نہیں بدلا ہے) اور تم لوگوں نے تو بڑے بڑے احداث کئے ہیں جن کی بابت خداۓ تعالیٰ تم سے باز پرس کریگا اور مجھ سے کچھ باز پرس نہ فرمائیگا۔ اس پر عثمان نے (بات کاٹ کر) کہا کہ اے ابوذرؓ! میں جناب رسولؐ خدا کے حق کی قسم دیکر تم سے دریافت کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی تم سے پوچھنے والا ہوں اُس کی بابت مجھے ٹھیک ٹھیک خبر دینا حضرت ابوذرؓ غفاری نے فرمایا کہ واللہ اگر تو جناب رسولِ خدا کے حق کی قسم دئے بغیر بھی مجھ سے پوچھتا تو میں تجھے ٹھیک ہی ٹھیک خبر دیتا (عثمان کے ایمان و یقین کا اندازہ کرنے کے لئے یہ بات کافی ہے) یہ سُن کر بولا کہ تمھیں سب سے زیادہ پسند کون سا شہر ہے کہ تم اُس میں رہا کرو؟ فرمایا کہ مکہ معظمہ جو اللہ کا بھی حرم ہے اور اللہ کے رسولؐ کا بھی حرم ہے۔ میں اپنی موت کے آنے تک اُسی میں خدا کی عبادت کیا کرونگا۔ عثمان نے کہا نہیں خدا تمہاری یہ مراد پوری نہ کرے۔ حضرت ابوذرؓ غفاری نے فرمایا تو پھر مدینہ! جو جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے۔ عثمان نے کہا نہیں یہ بھی تمہیں میسر نہ ہو۔ راوی حدیث جناب امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر حضرت ابوذرؓ خاموش ہو گئے اب عثمان نے دریافت کیا کہ وہ شہر کونسا ہے جس میں رہنا تم سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہو؟ فرمایا وہ ربذہ ہے جس میں دین اسلام میں آنے سے پہلے رہتا تھا۔ عثمان نے کہا تو اچھا جاؤ وہیں چلے جاؤ۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے جو سوال کیا میں نے اُس کا سچا سچا جواب دیدیا۔ اب میں جو سوال تجھ سے کرتا ہوں اُس کا تو بھی مجھے ٹھیک ٹھیک جواب دیجیو۔ اُس نے کہا اچھا! فرمایا اگر تو نے مجھے اپنے اور اصحاب کے ساتھ مشرکوں سے لڑنے کیلئے بھیجدیا ہوتا اور وہ مجھے قید کر لیتے اور یہ کہتے کہ ہم اس کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے۔ جب تک کہ تو اپنے تمام مال و املاک کی تہائی نہ دیدے (تو تو کیا کرتا) کہنے لگا کہ میں ضرور اتنا ہی فدیہ دیکر آپ کو چھڑا لیتا۔ فرمایا اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم تو تیرے مال و املاک کا نصف لیکر انکو چھوڑیں گے (تب کیا کرتا) کہا اُس حال میں بھی میں فدیہ دیکر آپکو چھڑا لیتا۔ فرمایا اگر وہ یہ کہتے کہ ہم تو اس کو چھوڑیں گے ہی نہیں جب تک کہ تو اپنی کل ملکیت اس کے فدیہ میں ہمیں نہ دے دے (تب کیا ہوتا) کہا میں سب کچھ آپ کے فدیہ میں دیدیتا اور آپ کو چھڑا لیتا (فرمایا وہ فدیہ دینا زیادہ ہوتا یا مجھے مکہ یا مدینے میں رہنے دینا؟) کہا

یہ کسی طرح منظور نہیں) اس پر ابوذرؓ نے فرمایا کہ اللہ اکبر: مجھ سے میرے حبیب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا تھا کہ اے ابوذرؓ اُس دن تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم سے یہ کہا جائے گا کہ تمہیں کونسا شہر زیادہ پسند ہے کہ تم اُس میں رہا کرو اور تم یہ کہو گے کہ مکہ معظمہ جو اللہ کا حرم اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے میری خواہش ہے کہ میں اپنی موت آنے تک اُسی میں اللہ کی عبادت کرتا رہوں اُس وقت کہا جائیگا کہ نہیں خدا تمہاری یہ مراد پوری نہ کرے پھر تم کہو گے کہ مدینہ منورہ جو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے اُس وقت تم سے کہا جائیگا کہ نہیں خدا تم کو یہ بھی میسر نہ کرے پھر تم سے دریافت کیا جائیگا کہ وہ کونسا شہر ہے جس میں رہنا تمہیں سب سے زیادہ ناپسند ہے تو تم کہو گے کہ ربذہ جس میں میں دینِ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے رہتا تھا۔ اُس وقت تم سے کہا جائیگا کہ تم وہیں چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ واقعہ یونہی ہونیوالا ہے فرمایا ہاں اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ ضرور واقع ہونیوالا ہے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آیا میں اُس وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر اُس سے قدم قدم پر اُن کو نہ مار دوں؟ فرمایا نہیں: (جو کچھ بھی تجھے کہا جائے) سُن اور خاموش رہ گو غلام حبشی کی اطاعت کرنی پڑے۔ اور اے ابوذرؓ اللہ تعالےٰ نے تیرے بارے میں اور تیرے دشمن عثمان کے بارے میں ایک آیت نازل فرمائی ہے میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے اور پھر حضرتؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۱

کافی میں یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا فرمایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین کے زمانہ میں یہ کچھ لوگ تھے جو بت پرستوں کو آنحضرتؐ کے نام سے ڈرایا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ضرور بضرور ایک ایسا نبی مبعوث ہوگا جو تمہارے بتوں کو توڑ ڈالیگا اور تمہاری ایسی اور ایسی گت بنائیگا مگر جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو انہی لوگوں نے آنحضرتؐ کا انکار کر دیا۔ اور تفسیر قمی میں ہے کہ یہودی آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے پہلے عربوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے عرب دیکھو اب اس نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے جو مکہ سے مبعوث ہوگا اور ہجرت کرکے مدینہ آئیگا۔ وہ سب نبیوں سے آخر اور سب سے افضل ہوگا۔ اُس کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہوگی اور دونوں شانوں کے بیچ میں نبوت کی مہر ہوگی ردا اوڑھیگا اور اپنی غذا میں چند لقموں اور چند خرموں پر اکتفا کیا کرے گا۔ بغیر ساز و زین کے گدھے پر سوار ہوا کریگا۔ بہت ہنس مکھ ہوگا۔ لڑائی کے وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھیگا اور مقابلہ میں کوئی بھی آ جائے اُس کی پروا نہ کریگا۔ اُس کے قوی دلائل ربع مسکوں میں اس سرے سے اُس سرے تک پہنچ جائینگے۔ اے گروہ عرب ہم اُس نبی کے ساتھ ہو کر ضرور تم سب کا قتلِ عام کرینگے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو انہی صفات کے ساتھ مبعوث فرمایا تو انہی یہودیوں نے آنحضرتؐ سے حسد کیا اور کافر ہو گئے جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے:-

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ الخ (دیکھو صفحہ ۱ سطر ۲)

اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں بروایت جناب امیرالمومنین علیہ السلام منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو یہودیوں کے اُس ایمان کی اطلاع دی تھی جو وہ آنحضرتؐ کے ظہور سے پہلے ان پر رکھتے تھے اور اس بات کی بھی اطلاع دی تھی کہ آنحضرتؐ کا ذکر کر کرکے اور آنحضرتؐ پر اور اُن کی آل پر دُرود بھیج بھیج کر اپنے دشمنوں کے برخلاف اُن پر فتح پانیکی دعائیں کیا کرتے تھے چنانچہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو جناب موسےٰؑ کے زمانے میں اور اُن کے بعد یہ حکم دیا تھا کہ جب اُن پر کوئی سخت مصیبت پڑے یا کوئی بلا نازل ہو تو وہ جناب محمدؐ مصطفےٰ اور اُن کی آل پاک کا واسطہ دیکر اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کریں اور اُنکے ذریعہ سے مدد مانگا کریں، اور وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے یہانتک کہ مدینہ کے رہنے والے یہودی جناب محمدؐ مصطفےٰ کے ظہور سے برسوں پہلے یہی عمل کیا کرتے تھے اور بڑی بڑی سخت بلاؤں اور مصیبتوں کو اسی عمل سے روک دیتے تھے اور آنحضرتؐ کے ظہور سے دس برس پہلے بنی اسد و بنی غطفان او مشرکوں کا ایک گروہ یہودیوں کا دشمن ہوگیا تھا اور اُن کو ایذا پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا۔ پس یہ اُن کے شر سے بچنے کے لئے اور اس بلا سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے پروردگار سے جناب محمدؐ مصطفےٰ اور اُنکی آل پاک کا واسطہ دیکر دعا کرتے رہتے تھے یہانتک کہ ایک موقعے پر بنی اسد و بنی غطفان نے تین ہزار سواروں سے حوالی مدینہ میں جو یہودیوں کے مواضعات تھے ان کو جا گھیرا یہودی اُن سے بمقابلہ پیش آئے حالانکہ اُن کے سوار کل تین سو تھے مگر انہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر دعا مانگی اور اُن تین ہزار میں سے ایک حصّہ کو تو کاٹ ڈالا اور باقی کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اب بنی اسد و بنی غطفان نے ایک دوسرے سے یہ کہا کہ آؤ اب ہم کل قبیلوں سے ان کے برخلاف مدد مانگیں۔ چنانچہ اُنہوں نے قبیلوں سے اُنکے برخلاف مدد مانگی۔ وہ لوگ آکر بکثرت جمع ہوئے یہاں تک کہ تیس ہزار سوار ہوگئے اور اُن سبنے یہ قصد کیا کہ اِن تین سو کو اِن کے گاؤں ہی میں قتل کردیں یہ تین سو اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزیں ہوگئے اور اُن تیس ہزار نے ان کا پانی بند کردیا یعنی وہ نہر کاٹ دی جو ان کے گاؤں میں آتی تھی اور ان کا کھانا بھی روک دیا (یعنی رسد بند کردی) یہودیوں نے امان مانگی تو ان کو امان بھی نہیں دی اور یہ کہا کہ تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم تم کو قتل کرینگے۔ قید کرینگے اور غارت کرینگے۔ اب یہودیوں نے ایک دُوسرے سے مشورہ کیا کہ ہم کیا کریں اُن میں سے جو برابر والے تھے اور جو صاحبانِ بزرگی و رائے تھے اُنہوں نے یہ کہا کہ موسےٰ علیہ السلام تمہارے بزرگوں کو اور تمہارے آباؤ اجداد میں سے جو بزرگ تھے اُن کو یہ حکم دیگئے تھے کہ جب تم پر وقت آپڑے تو تم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر گڑگڑا گڑگڑا کر خدا تعالےٰ سے دعا کرنا۔ لوگ کہنے لگے کہ ہاں کہہ تو گئے تھے اُنہوں نے کہا بس تو اب دعا کرو چنانچہ اُنہوں نے یہ دعا کی: یا اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلِ طاہرہ کا واسطہ دیکر عرض کرتے ہیں کہ جیسا تو نے ہمیں پانی پلایا تھا ان ظالموں نے ہمارا پانی بند کردیا ہے۔ ہمارے بوڑھے کمزور وضعیف ہوگئے ہیں

اور ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے اس سے سخت پریشان ہوگئے ہیں اور ہم ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں"۔ پس خدائے تعالٰی نے اُن پر موسلا دھار مینہ برسایا جس سے اُن کے حوض و تالاب۔ نہریں اور برتن سب پُر ہو گئے اُنہوں نے کہا کہ دو خوبیوں میں سے ایک تو ہم کو یہ حاصل ہوئی پھر چھتوں پر چڑھ کے محاصرہ کرنیوالے لشکروں کی حالت دیکھی تو معلوم ہوا کہ مینہ نے اُن کو بہت ہی تکلیف دی ہے۔ اُن کے اموال و اسباب و ہتھیار سب خراب ہو گئے ہیں اور اسی سبب سے کچھ اُن میں سے چلے بھی گئے ہیں چونکہ یہ مینہ خلاف موسم سخت گرمی میں آیا تھا جس وقت عموماً مینہ نہیں ہوتا اب اس لشکر میں سے جو باقی رہ گئے تھے اُنہوں نے کہا کہ خیر پانی تو مِل گیا تو کھانا کہاں سے کھاؤ گے اور اگر یہ لوگ چلے بھی گئے تو ہم تو اُس وقت تک نہ جائینگے جب تک کہ تم کو اور تمہارے بال بچوں کو مغلوب و مقید نہ کرلیں اور تمہارے مال لُوٹ نہ لیں۔ اور اس طرح اپنی تشفی خاطر نہ کرلیں۔ یہودیوں نے کہا کہ جس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر دعا کرنے سے پانی عطا فرمایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ہم کو کھانا دے اور جس نے اتنے لوگوں کو بھگا دیا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ باقی جو رہے ہیں اُن کو بھی بھگا دے۔ پھر اُنھوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر یہ دعا کی کہ خدا ان کو کھانا بھی پہنچائے پس ایک بڑا قافلہ اناج لیکر آیا انکے پاس دو ہزار اونٹ اور خچر اور گدھے گیہوں اور ستوؤں سے بھرے ہوئے تھے قافلہ والوں کو لشکروں کی کچھ خبر نہ ہوئی مگر جب ان کے پاس پہنچے تو ان سب کو سوتا پایا اور لشکر والوں کو ان کی خبر نہ ہوئی اس لئے کہ خدائے تعالٰی نے اُن کی نیند گہری کردی تھی۔ قافلہ والے بستی میں آگئے اُن کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ اپنا مال لاکر ڈالا اور سب فروخت کردیا اور چل دئے۔ اہل لشکر کو اب بھی سوتا ہی چھوڑ گئے۔ اِن کا کوئی جاسوس بھی بیدار نہ تھا جو اُن کو دیکھتا۔ جب وہ دُور نکل گئے تب یہ لشکر والے بیدار ہوئے اور یہودیوں سے لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ ایک دُوسرے سے کہتا تھا آؤ آؤ جلد آؤ اِن کو تو بھوک نے خوب ستا رکھا ہے اب یہ ہمارے سامنے ذلیل ہو جائیں گے یہودیوں نے اُن سے کہا کہ ایسا خیال بھی نہ کرنا ہمیں ہمارے پروردگار عالم نے کھانا پہنچا دیا اور تم سوتے ہی رہے ہم کو اِس طرح اور اِس طرح رزق پہنچ گیا اور اگر سوتے میں ہم تم کو قتل کرنا چاہتے تو یہ بھی ہمارے لئے آسان تھا۔ لیکن ہم نے تم پر زیادتی کرنا خود ہی پسند نہ کیا اب بھی خیر سے تم ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جاؤ ورنہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر تمہارے برخلاف بددعا کریں گے اور خدائے تعالٰی سے طالب نصرت ہونگے کہ تم کو اِسی طرح ذلیل و رُسوا کرے جیسے کہ ہم کو پانی اور کھانا پہنچایا ہے۔ اُنہوں نے ازروئے سرکشی انکار کیا اُنہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر بددعا کی اور اُنکے برخلاف نُصرت مانگی پھر یہی تین سو اُن تیس ہزار کے برخلاف نکل کھڑے ہوئے کتنوں کو تو اُن میں سے قتل کیا اور کتنوں کو قید کیا اور کتنوں ہی کو کچل ڈالا اور کتنوں کو ان کے قیدیوں کے ہاتھوں سے بندھوا دیا وہ اُن قیدیوں کو کچھ تکلیف یوں نہیں پہنچاتے تھے کہ اس سے ڈرتے تھے کہ عرب ہم کو ایذا پہنچائیں گے (دس برس پہلے تو یہ حالت تھی) مگر جب آنحضرتؐ کا ظہور ہوا تو وہی یہودی آنحضرتؐ سے حسد کرنے لگے اور آنحضرتؐ کو جھٹلانے لگے اس لئے کہ آنحضرتؐ عرب سے تھے"!

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے برخلاف یہودیوں کی مدد اس لئے فرمایا کرتا تھا کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ کو یاد کرکے دعا مانگا کرتے تھے پس اسے اُمت محمدؐ تم بھی مصیبت و تکلیف کے وقت میں محمدؐ و آل محمدؐ کو یاد کیا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے سے اُن شیاطین کے برخلاف جو تمہیں ایذا پہنچانے کا قصد رکھتے ہوں تمہاری مدد فرمایا کرے۔ اس لئے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ تو اس کے داہنی طرف رہتا ہے جو اُس کی نیکیاں لکھتا جاتا ہے اور ایک فرشتہ بائیں طرف ہوتا ہے جو اس کی بدیاں لکھتا جاتا ہے اور ابلیس کی طرف سے دو شیطان اُس کے ساتھ رہتے ہیں جو اُسے اغوا کرتے رہتے ہیں پس جب وہ اُس کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں اُسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور یہ کہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اور محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجے تو دونوں شیطان دبک جاتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۴

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور وہ دونوں کبھی کو وہ سحر اور اس کے باطل کرنے کا طریقہ اُس وقت تک نہ سکھاتے حَتّٰى يَقُوْلَا جب تک کہ سیکھنے والے سے یہ نہ کہدیں اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ ہم بندوں کے لئے ایک آزمائش ہیں تاکہ وہ جو کچھ بھی سیکھتے ہیں اُس میں خدا تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں کہ اُس کے ذریعے سے جادو کی تدبیر کو باطل کردیں اور خود جادو نہ کریں۔ فَلَا تَكْفُرْ اس کا یہ مطلب تھا کہ تو اس جادو کا استعمال کرکے اور اس کے ذریعے سے کبھی کو ضرر پہنچا کے یا لوگوں کو یہ جتلا کے کہ تو اس کے ذریعے سے موت و حیات پر قادر ہے اور ایسی چیزیں کر سکتا ہے جو سوائے خدا کے کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا کیونکہ اس قسم کی سب باتیں کفر ہیں کافر نہ ہو فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا پس جو جادو سیکھنے کے طالب ہوتے تھے پس وہ ان دونوں قسموں میں سے یعنی اس سے بھی جس کو خدا نے فرمایا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ اور اُس سے بھی جس کو خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ یعنی ان دونوں قسموں کا جادو سیکھتے تھے مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں سیکھتے تھے جن سے آدمیوں کو ضرر پہنچائیں یعنی طرح طرح کے حیلوں سے اور چغل خوریوں سے شک ڈالنے سے اور یہ کہنے سے کہ فلاں طلسم فلاں جگہ دفن کیا گیا ہے اور فلاں عمل اس اس طرح کیا گیا ہے تاکہ عورت کا دل مرد کی طرف سے پھٹ جائے اور مرد کا دل عورت کی طرف سے بیزار ہو جائے اور اس طرح ان دونوں میں کوئی جدائی کی صورت پیدا ہو وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے سیکھنے والے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر یہ کہ خدا اُس کو جانتا ہے اور اُن سے مزاحمت نہیں کرتا اس لئے کہ اگر چاہے تو جبراً اور قہراً روکدے وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انھوں نے یہ سحر اس لئے سیکھا کہ اُس سے جادو کریں اور نقصان پہنچائیں تو ضرور اُنھوں نے ایسی چیز سیکھی جس سے وہ اپنے دین کے بارے میں نقصان اٹھائیں اور نفع دینی کچھ بھی

نہ پائیں بلکہ دینِ خدا سے بالکل نکل جائیں وَلَقَدْ عَلِمُوْا یعنے ایسے سیکھنے والے جانتے ہیں۔ لَمَنِ اشْتَرٰهُ یعنے جس نے اپنے دین کو بیچکر یہ سحر سیکھ لیا ہو۔ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ثواب جنت اُس کے حصے میں کچھ نہیں ہے۔

عیونِ اخبار الرضا میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے "چونکہ اُن کے اعتقاد میں آخرت کوئی چیز نہ تھی لہذا وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب آخرت ہوگی ہی نہیں تو دنیا کے بعد دار آخرت میں اُن کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور اگر دنیا کے بعد آخرت ہو بھی جیسے کہ واقعی ہے تو بوجہ اس کے کہ وہ آخرت کے منکر تھے اُن کا حصہ آخرت میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی جانیں دے کر عذاب خدا خرید لیا۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش وہ اسے سمجھتے کہ انھوں نے آخرت کی بہبودی فروخت کردی اور جنت میں جو اُن کا حصہ تھا اُسے چھوڑ بیٹھے اس لئے کہ اس سحر کو جن لوگوں نے ضرر پہنچانے کی نیت سے سیکھا اُن کے اعتقاد میں نہ خدا تھا نہ رسول نہ قیامت تھی نہ بعثت۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کی کہ ہمارے ہاں ایک قوم ایسی رہتی ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ جب بنی آدم کے گناہ زیادہ ہوگئے تو فرشتوں نے ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو زمین پر بھیجنے کے لئے منتخب کیا اور اللہ نے ایک تیسرے کے ساتھ اُن کو دنیا میں بھیجا اور وہ دونوں کے دونوں زہرہ نام ایک عورت پر مفتوں ہوگئے اور اُن دونوں نے اُس سے زنا کا ارادہ کیا۔ شراب پی۔ اور ناحق ایک شخص کو قتل کردیا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن کو (چاہ) بابل میں عذاب دے رہا ہے اور یہ کہ جادوگر انہی سے جادو سیکھتے ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کو مسخ کرکے ستارہ بنا دیا۔ اور ستارۂ زہرہ وہی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ! خدا کے فرشتے معصوم ہیں اور خدا تعالیٰ کے الطاف وعنایات سے ہر قسم کی بُرائی سے اور کفر سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خود اُن کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۹۵ سطر ۴) نیز فرماتا ہے۔ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ (یعنی الملٰئکۃ) لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۵ سطر ۵) نیز فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ... تا ... مُشْفِقُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۶) (جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے ایسا فرمایا اُن سے ایسے افعال ناشائستہ سرزد نہیں ہوسکتے۔

العیون میں ہے کہ جناب امام رضا علیہ السلام سے زہرہ کی بابت جیسا کچھ کہ لوگ روایت کرتے ہیں دریافت کیا گیا یعنی وہ ایک عورت تھی جس کی وجہ سے ہاروت و ماروت کی آزمائش کی گئی۔ نیز سہیل کی بابت جیسا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ وہ ملک یمن کا عشار یعنی دسواں حصہ حق سلطانی وصول کرنے والا تھا اُس کی

نسبت بھی حضرتؑ سے دریافت کیا گیا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ جو کچھ بکتے ہیں سب غلط ہے۔ یہ دونوں تو ستارے ہیں اور اسی نام کے دو بحری جانوروں میں سے تھے پس لوگوں نے غلط طور پر خلط ملط کر لیا اور یہ گمان کر لیا کہ جاندار اور ستارے ایک ہی چیز ہیں۔ پس یہ خدا کا کام نہیں ہے کہ اپنے دشمنوں کو مسخ کرکے نورانی بنائے پھر اُن کو آسمان اور زمین کے باقی رہنے تک باقی رکھے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو مسخ ہوئے وہ تین دن سے زیادہ باقی نہیں رہے مر گئے اور ان سے کوئی نسل بھی پیدا نہیں ہوئی اور آج روئے زمین پر کوئی مسخ شدہ موجود نہیں ہے۔ اور جو جاندار ایسے باقی ہیں کہ ان پر مسخ کا نام وارد ہوتا ہے جیسے بندر۔ سوّر اور ریچھ وغیرہ یہ حقیقت میں اُن کے ہمصورت ہیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالےٰ نے مسخ کر دیا تھا اور اُن پر غضب و لعنتِ خدا بوجہ اُس کے نازل ہوئی تھی کہ اُنہوں نے توحیدِ خدا کا انکار کیا تھا اور اُس کے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ رہے ہاروت و ماروت یہ دو فرشتے تھے جو لوگوں کو جادو اس لئے سکھاتے تھے کہ وہ جادوگروں کے شر سے محفوظ رہیں اور اُن کی چال کو باطل کر دیا کریں اور اُنہوں نے جب کسی کو کوئی چیز سکھلائی تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا۔ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔ (دیکھو صفحہ ۲۴ سطر ۵) اب کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اُن چیزوں کا استعمال کیا جن سے اُن کو منع کیا گیا تھا۔ اور اس طرح کافر ہو گئے۔ اور مرد و عورت میں جدائی ڈلوانے لگے۔

قول صاحبِ تفسیر صافی۔ عوام الناس میں ہاروت و ماروت کا اور زہرہ کے مسخ ہونے کا قصّہ جس شان سے مشہور ہے اُس کا جھوٹا ہونا تو آپ کو اُوپر کی روایتوں سے معلوم ہو گیا مگر تفسیر قمی و تفسیر عیاشی میں حضرات ائمہ علیہم السلام سے وہ قصّہ بھی منقول ہے جو عوام الناس میں رائج ہے۔ پھر اس تکذیب و تصدیق کا اختلاف کیونکر رفع ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ عوام الناس کی حکایات کو حضراتِ معصومین نے کسی مصلحت سے باقی رکھا اور اُن کے رموز سمجھا دئے۔ مگر جب یہ دیکھا کہ لوگوں کے اعتقاد پر اُس کے ظاہری لفظوں کے معنوں سے بُرا اثر پڑتا ہے تو اصل قصّہ کی تکذیب فرما دی۔

قول مترجم۔ بعض روایتیں اہل بیتِ اطہار سے ایسی بھی وارد ہو گئی ہیں۔ جن سے قولِ مشہور کی موافقت کا توہم ہوتا ہے لیکن غور و تدبّر کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ ان احادیث کا مطلب قولِ مشہور کے موافق ہرگز نہیں ہے مثلاً انہی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فرشتے ملکی شان سے ہٹا کر انسانی حیثیت میں داخل کرکے دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا ان سے اگر معاصی کا صدور ہوا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ معصومیت تو اُن کو ملکی حیثیت میں حاصل تھی اور جب وہ بغرضِ امتحان بھیجے گئے تو وہ حیثیت بھی سلب کر لی گئی تھی۔

تمام شد ضمیمہ جات پارۂ اوّل